

العطاف دست درازی اور شرعی نقطہ نظر: وجوہات و معاشرتی اثرات

The Prohibition of Begging and the Shariah's Approach: Causes and Social Implications

*Abdul Basit

M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,

Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.

Email: abdulbasit@gmail.com

Abstract

Allah did not leave man helpless and helpless by creating man, but He has also created the goods of life in this world for the needs of all creatures until the Day of Judgment and all people have the ability to use these goods and life. Granted. Now, it is the responsibility of a person to be blessed with these blessings and facilities, whether he tries to obtain the blessings of life in a legitimate way and with hard work, or earns his livelihood by adopting wrong and illegitimate means. , is a shameful and ugly source of abuse. In the article under review, the profession of begging or begging has been discussed from the Shariah and ethical point of view, and its social implications have also been explained.

Keywords: Beggary, Social Implications, Shariah and Islam, Needy People, Deprived, Humanity.

تعارف موضوع

خدا بزرگ و برتر نے انسان کو تخلیق فرما کر بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ قیامت تک آنے والی تمام مخلوق کی ضروریات کے لیے اس جہان رنگ و بو میں سامان زبست کی تخلیق بھی فرمادی ہے اور سبھی افراد کو ان سامان ہائے زندگی سے استفادہ کرنے کی صلاحیتیں بھی عطا فرمادی ہیں۔ اب ان نعمتوں اور سہولتوں سے کما حقہ فیض یاب ہونا انسان کے ذمہ ہے کہ وہ نعمت ہائے زندگی کو جائز طریقے اور محنت سے رزق حلال کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے یا غلط و ناجائز ذرائع اختیار کر کے روزی کھاتا ہے انہی غلط ذرائع حصول زندگی میں ایک بدترین، شرم ناک اور فتنہ خیز ذریعہ دست درازی ہے۔

زیر نظر مقالہ میں گداگری یا فقیری کے پیشہ کی بارے میں شرعی و اخلاقی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے، نیز اس کے سماجی اثرات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

لغوی مفہوم:

دست درازی کی تشریح اور مطالب و مفادیم درج ذیل بیان کیے جا رہے ہیں سب سے پہلے لغوی معانی و مفہوم کا بیان ہے:

"دست درازی" فارسی زبان کے مصدر "گدائی کردن" سے اسم مؤنث کا صیغہ ہے اس کا اسم مذکر "دست دراز" اور

"گدا" عموماً استعمال ہوتا ہے۔ "گدا" (گت) "نادار و بینوا کسی کہ وجہ معاش خود را بر ابرایگان از دیگران طلب کند" ¹

مفہوم یہ ہے کہ "بھیک مانگنے والا کمزور و عاجز (معذور) جو کسی وجہ سے ذریعہ معاش سے محروم ہو اور جو دوسروں سے

سامان زیت طلب کرے۔

"فقر: القُفْر والقُفْر: ضدُّ الغنى، مثلاً الضَّعْفُ والضُّعْفُ، ابْنُ سَيْدَةَ: وَقَدْرُ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَا يَكْفِي عِيَالَهُ، وَالْجَمْعُ فُقْرَاءٌ، وَالْأُنْثَى فُقَيْرَةٌ"²

"فقر سے مراد فقر اور فقر دونوں ہیں، جو غنی کی ضد ہے، ضَعْف اور ضَعْف کی طرح ہے۔ ابن سیدہ کے قول کے مطابق اس کے پاس اس قدر (مال) ہو جس سے عیال کی کفالت نہ ہو سکے اس کی جمع فقراء ہے اور مؤنث فقیرہ (فقیرنی) ہے"

"الْفَقِيرُ الَّذِي لَا شَيْءَ لَهُ، وَالْمَسْكِينُ الَّذِي لَهُ بَعْضُ مَا يَكْفِيهِ؛ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ، وَقِيلَ فِيهِمَا بِالْعَكْسِ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ"³

"امام شافعی کے قول کے مطابق فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنے عیال کی کفالت کے لیے تھوڑا بہت مال ہو، جب کے امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کے برعکس ہے"

عربی زبان میں بھی اسے فقیر یا سائل کہا گیا ہے لیکن زیادہ موزوں لفظ "فقیر" ہی ہے۔ انگریزی زبان میں لفظ "دست دراز" کو "Beggars" کہا گیا ہے۔ ہندی میں دست دراز کو "فقیر" بھی کہا گیا ہے۔ عربی میں گدا کو فقیر، شحاذ، مسؤول اور دست درازی کو تسول، استجداء، شحاذہ کہا جاتا ہے۔⁴

فقر اور دست درازی کا اصطلاحی مفہوم:

"دست دراز کو اصطلاحاً فقیر، منگتا، سائل، منگت کے معانی میں لیا جاتا ہے۔ قول: (پشتوا اصطلاح) مانگت مانگت کر غلہ جمع کرنا، بھگ مانگنا"⁵ یہ اسم مذکر ہے اور مراد وہ شخص ہے جو درویش ہو اور اپنے بال بچوں کے واسطے کم سے کم ایک روز اور زیادہ سے زیادہ دو چار روز کی خوراک رکھتا ہو، بخلاف مسکین کے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، از حد محتاج و ناچار ہو۔ گدا، بھکاری، بھک، منگا، منگتا، منگلا۔ جبکہ بھیک مانگنے کو دست درازی کہا جاتا ہے۔ اسلام میں اس کی سخت ممانعت کی ہے۔ "فقیر" ضرورت مند یا حاجت مند انسان، خواہ وہ دنیوی حیثیت سے محتاج وہ یا دہ روحانی نقطہ نظر سے، فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ آخر الذکر (مسکین) تباہ حال ہوتا ہے اور فقیر، محتاج، مانگنے والے کو سائل کہتے ہیں۔⁶

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو غنی اور اس کے مقابلے میں انسان کو فقیر یا حاجت مند کہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسان یقیناً حاجت مند ہے خواہ وہ کوئی چیز مانگے یا نہ مانگے۔ جو لوگ خدا پر بھروسہ کرتے اور دوسروں سے کچھ طلب نہیں کرتے ان کو متوکل کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام میں فقیر ہو نایا فقر اور فقیر کوئی بڑی بات نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (الفقر فخری) کہ فقر میرا فخر ہے، لیکن جب سے بھیک مانگنے والوں نے یہ نام اختیار کیا ہے اس وقت سے اس کا مفہوم بدل گیا ہے اور اب معاشرے میں فقیر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، متوکل طبقہ کے واسطے اب درویش کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔⁷

وہ شخص ہے جو حاجت مند ہو، خواہ وہ روحانی اعتبار سے ہو، اس کی ضد ہے غنی، یعنی فارغ البال، اس کے ساتھ عموماً مسکین کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی وہ شخص جو بے حد خستہ حال ہو ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت ہو اور مسکین وہ ہے جو بالکل نادار ہو لیکن امام شافعی نے اس کے برعکس لکھا ہے اور ابن العربی نے ان دونوں لفظوں کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ ایک اور لفظ سائل ہے جس کے معنی ہے بھکاری یا سواالی، چنانچہ قرآن مجید میں آیا کہ انسان اللہ کا حاجت مند (فقراء) اور اللہ غنی ہے۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ"⁸

"لوگو تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ وہی ہے جو سب سے مستغنی اور سب خوبیوں کا مالک ہے"

فقر ایک نہایت ہی وسیع اور بلیغ اصلاح ہے اس کا تعلق خارج سے بھی ہے اور باطن سے بھی۔ فقر ایک اخلاقی رویہ ہے۔ اور متاع دنیوی کے تعلق میں ایک انداز نظر بھی جو دنیا داری، خود غرضی، زرپرستی، اور استحصال سے بچاتا ہے۔ حدیث مذکورہ بالا میں جس فقر کو نبی کریم ﷺ نے فخر فرمایا ہے اس سے مراد یہی شعوری بے نیازی ہے جو متاع دنیوی پر دسترس ہونے کے باوجود انسان کو دل کی تو نگری عطاء کرتی ہے۔ مال و جاہ کی ہوس اور اس کی خاطر ظلم، تعدی، غضب حقوق، استحصال اور اس سے وابستہ جھوٹ اور طمع سازی یہ سب رذائل فقر سے دور ہوتے ہیں۔⁹

صوفیانہ شخصی رویے کے علاوہ علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی کتابوں میں اسے ایک "اجتماعی رویہ" (فضیلت) بھی قرار دیا ہے۔¹⁰ ایک دوسری حدیث "وکاد الفقر ان یكون کفرا" اس میں محض بے زری اور افلاس مراد ہے۔ یہ خارجی حالت ہے لیکن جب مذکورہ بالا باطنی کیفیت کسی کے دل میں (بوجہ ریاضت قلبی و ذکر و فکر) پیدا ہو جاتی ہے تو قلب مطمئن ہو جاتا ہے اور مال و ملکیت کے بارے میں بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے۔¹¹

انعطاف دست درازی / گداگری کی ممانعت:

جس طرح ضروریات زندگانی کے لیے مال و اشیاء لازمی ہیں اسی طرح ان کے حصول کے پسندیدہ اور احسن ذرائع اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ تحصیل مال و اشیاء کے کچھ ذرائع جائز اور مقبول ہیں اور کچھ ناپسندیدہ اور مردود جیسے چوری، ڈاکہ، فریب، جعل سازی اور گداگری ان کو معاشرہ فعل مذموم اور شرمناک گردانتا ہے اور ان سے پورا عالم انسانیت متاثر ہوتا ہے اس کا کاسل، صحیح اور معقول معیار صرف وحی الہی اور فرمان مصطفوی ہو سکتا ہے۔ شریعت اسلامی نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا جو قانون اور معیار مقرر کیا ہے وہ صراحتاً وحی الہی اور ارشادات نبوی ﷺ سے مستفاد ہے۔ رزق حلال کے حصول اور حرام سے گریز کے لیے قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات اور احکام موجود ہیں۔ کسب حلال اور اکل حلال پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے شاید ہی کسی مذہب نے اس کی جانب اتنی توجہ مبذول کی ہو اسی طرح رزق حرام کے ضمن میں بے شمار وعیدیں بھی آئی ہیں تاکہ خشیت الہی اور پیروی نبی کریم ﷺ میں غمو ہو۔

مذموم اور ناجائز طریق پر (مثلاً گداگری) مال کے حصول کو شریعت نے ممنوع و باطل قرار دیا ہے۔ معاشرتی حقوق اور فلاح عامہ کی غرض سے بھی کسب مال کے مردود اور غلط ذرائع کی تحصیل ممنوع ہیں۔ اسلام میں مقبول و مردود اور حلال و حرام کے واضح اور یقین معیار ہیں۔ جن کی روشنی میں معاشرے میں بسر اوقات کا شیڈول مرتب و مروج ہے اسی ترتیب اور مروجہ اصولوں کی پاسداری سے معاشرے میں فلاح، سلامتی اور بہتری پر گامزن ہو کر دنیاوی آسودگی اور آخروی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ گداگری وہ فعل قبیح ہے جسے خالق کائنات ارحم الراحمین اور اس کے محبوب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اس ضمن میں کلام الہی کی آیات اور مفسرین کرام کی تشریحات و تفاسیر بھی بیان کی جاتی ہیں۔

(1) کلام الہی / مفسرین کے دلائل:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَاقًا"¹²

"وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے"

امام طبرئیؒ اس آیت کی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"يقال: "قد ألحف السائل في مسألته"، إذا ألح "فهو يُلحف فيها إلحافًا" فإن قال قائل: أفكان هؤلاء القوم يسألون الناس غير إلحاف؟ قيل: غير جائز أن يكون كانوا يسألون الناس شيئًا على وجه الصدقة إلحافًا أو غير إلحاف، وذلك أن الله عز وجل وصفهم بأنهم كانوا أهل تعفف، وأنهم إنما كانوا يُعرفون بسيماهم-فلو كانت المسألة من شأنهم، لم تكن صفتهم التعفف، ولم يكن بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى علم معرفتهم بالأدلة والعلامة حاجة، وكانت المسألة الظاهرة تُنبئ عن حالهم وأمرهم"¹³

"کہا جاتا ہے (قد ألحف السائل في مسألته) یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ سائل سوال کرنے میں گزرگڑا ہے۔ اسی سے مضارع (يُلحف) اور مصدر (إلحاف) آتا ہے۔ اگر کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ بغیر إلحاف کے سوال کرتے تھے تو کہا جائے گا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کوئی بھی چیز گزرگڑا کر یا بغیر گزرگڑا کر مانگتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وصف (تعفف) بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیشانیوں (نشانیوں) سے پہچانے جاتے ہیں اگر وہ سوال کرتے ہوتے تو ان کا وصف (تعفف) نہ بیان کیا جاتا اور نہ ہی انہیں دلیل اور علامت سے پہچانا جاتا بلکہ ان کا حال بالکل واضح ہوتا"

امام طبرئیؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں (إلحاف) یعنی گزرگڑا کر اور لپٹ لپٹ کر مانگنے کی نفی بیان فرمائی ہے کہ ان سائلین کی یہ صفت تھی کہ لوگوں سے گریہ زاری کر کے اور لپٹ چٹ کر سوال نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس فی زمانہ فقیر اور سائل اس طرح گزرگڑا کر اور پیچھے پڑ کر سوال کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! ان سے پیچھا چھڑانا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ علامہ طبری نے ان کے (تعفف) یعنی سوال نہ کرنے کی صفت کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ ایسا سوال کرتے ہی نہیں جو موجودہ صورت حال کے بالکل برعکس ہے۔ اس آیت کی تفسیر "صاحب روح البیان" یوں بیان فرماتے ہیں:

"مفعول فيه: فقيهه نفى السؤال والاحلاف جميعا أى لا يسألون الناس اصلا فيكون الحافا والاحلاف الا لزام والاحلاف وهو ان يلازم السائل والمسئول حتى يعطيه ويجوز السؤال عند الحاجة الاثم مرفوع"¹⁴

"وہ لوگوں سے عاجزی دکھا کر سوال نہیں کرتے (الحافا) مفعول لہ ہے اس میں سوال اور عاجزی کے اظہار دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ إلحاف بمعنی الزام والاحلاف، وہ سائل جو مسؤل کا پیچھا نہ چھوڑے جب تک کہ وہ اس سے سوال پورا نہ کرالے۔ (مسئلہ) بوقت ضرورت سوال کرنا جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے"

احادیث مبارکہ ائمہ عظام کے دلائل:

"عن الزبير بن العوام، عن النبي ﷺ قال: لأن ياخذ احدكم حيلة فياتي بحزمة الحطب على ظهره فسعها فكيف بها وجهه خير له من ان يسال الناس أشياءهم اعطوه أو منعه"¹⁵

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو فروخت کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وعن النبي ﷺ ان الله يحب المحي المتعفف ويبيغض البذي السائل الملحف"¹⁶

"بے شک اللہ تعالیٰ زندہ، حوصلہ والے، سوال سے بچنے والے کو محبوب رکھتا ہے جب کہ فحش گو اور گزرگڑا کر مانگنے والے کو ناپسند کرتا ہے"

علامہ شیخ اسماعیل حقی البروسی نے مانگنے (سوال) کرنے والے کے اظہار عجز کو مذموم اور اس کے لپٹنے والے انداز کو سخت ناپسند قرار دیا ہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دو احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں پہلی حدیث شریف میں نبی مکرم ﷺ نے محنت کی عظمت اور کسب حلال کی ترغیب عطا فرمائی ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے گڑگڑا کر مانگنے والے مسائل سے اللہ تعالیٰ کے بغض یعنی سخت ناراضی کے اظہار کا بیان فرمایا ہے۔ ہمارے معاشرے میں گدائی اور فقیری کا رواج ہے یقیناً مسائل مذکورہ بری عادات کے مالک ہیں نیز مذکورہ موقف کے تائید ہوتی ہے کہ گداگری بے حد گھناؤنا اور حقیر فعل ہے جس میں مبتلا افراد ہمارے معاشرے کے لیے کلنک کا نیکہ ہیں۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

"(لَا يَسْتَأْذِنُ النَّاسَ إِلَّا خَفَاءً) أَيِ الْخَافِ وَهُوَ أَنْ يَلْزِمَ الْمَسْئُولَ حَتَّى يَعْطِيَهُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِحَفْنِي مِنْ فَضْلِ لِحَافِهِ أَيِ أَعْطَانِي مِنْ فَضْلِ مَا عِنْدَهُ، وَقِيلَ: سُمِّيَ الْإِلْحَاحُ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ يَغْطِي الْقَلْبَ كَمَا يَغْطِي اللَّحَافُ مِنَ تَحْتِهِ. وَنَصَبَهُ عَلَى الْمَصْدَرِ فَإِنَّهُ كَنُوعٍ مِنَ السُّؤَالِ أَوْ عَلَى الْحَالِ أَيِ مَلْحَفِينَ، وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ لَا يَسْأَلُونَ أَصْلًا وَهُوَ الْمُرُوي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْفَرَاءُ، وَالزَّجَاجُ، وَأَكْثَرُ أَرْبَابِ الْمَعَانِي - وَعَلَيْهِ يَكُونُ النَّفْيُ مُتَوَجِّهًا لِأَمْرَيْنِ" 17

"یعنی (الاحا) سے مراد یہ ہے کہ مسائل مسئول کو چٹ جائے یہاں تک کہ وہ اسے دے دے۔ یہ ان کے قول سے مشتق ہے "لحفتنی من فضل لحافہ" یعنی اس نے اپنے پاس سے جو کچھ زائد تھا دے دیا (اپنی توفیق اور بہت سے بڑھ کر عطایا) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے (الاح) اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دل کو ڈھانپ لیتا ہے جیسے لحاف انسان کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس کو مصدر منسوب اسی لیا کہا گیا ہے کہ یہ سوال کی ایک نوع ہے (یعنی مفعول مطلق ہے) یا یہ حال ہے یعنی وہ گڑگڑاتے ہوئے (لپٹ چٹ کر) سوال نہیں کرتے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے فراء اور زجاج کا بھی یہی قول ہے اور اکثر اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں اور سی اصول کے تحت نفی دونوں حالتوں پر محیط ہوگی"

علامہ آلوسی نے مذکورہ آیت کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں دیگر مفسرین کرام کی طرح مسائل کے لپٹ چٹ کر مانگنے کو انتہائی معیوب اور ناپسند قرار دیا ہے اور اس ضمن میں مفسر قرآن، صاحب علم صحابی رسول حضرت ابن عباس کی تائید و حمایت کے ساتھ ساتھ فراء اور زجاج کی توثیق کا بھی ذکر کیا ہے کہ جمہور مفسرین کرام مسائل کے گڑگڑا کر اور چٹ لپٹ کر مانگنے کو قطعاً جائز نہیں خیال کرتے بلکہ اس کی مذمت ہی بیان کرتے ہیں جس سے مذکورہ قول کی تائید و توثیق ہوتی ہے کہ گداگری یقیناً ایک لعنت ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ آیت کے ضمن میں یوں تفسیر بیان کی گئی ہے:

"وَقَوْلُهُ: "لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلَّا خَفَاءً" أَي: لَا يُلْحُونَ فِي الْمَسْأَلَةِ وَيُكَلِّفُونَ النَّاسَ مَا لَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ، فَإِنَّ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ مَا يُعْنِيهِ عَنِ السُّؤَالِ، فَقَدْ أَلْحَفَ فِي الْمَسْأَلَةِ" 18

"وہ سوال کرنے میں گڑگڑاتے نہیں اور وہ لوگوں پر بوجھ نہیں ڈالتے جس کی ان کو ضرورت نہیں۔ پس یقیناً جو اس نے مانگا اسے اتنا ہی مانگنا چاہیے جو اسے سوال سے مستغنی کر دے تو تحقیق اس نے سوال کرنے انتہا کر دی"

آگے انہوں نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے جو ذیل میں مذکور ہے:

"وَقَدْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمَرَةُ"

وَالْتَمَرَاتَانَ، وَالْقَمَّةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمَسْكِينُ الْمُتَعَفِّفُ؛ اَفْرُقُوا إِنْ شِئْتُمْ: لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِحْفَافًا¹⁹

"امام مسلم اس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں جو ایک کھجور یا ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر جاتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال سے رک جائے۔ اگر چاہو تو یہ آیت مبارکہ پڑھ لو (کہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے)"

حضرت حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے بھی قریب قریب وہی موقف بیان کیا ہے جو صاحب روح البیان اور صاحب تفسیر روح المعانی نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرنے میں گڑگڑاتے نہیں اور وہ لوگوں پر بوجھ نہیں ڈالتے یعنی وہ اس طریقے (عاجزانه طریقے) سے سوال کرتے ہیں کہ اب سے زیادہ اظہار عجز ممکن نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے صحیح مسلم نے حدیث مبارکہ بیان کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ مسکین ایک دو کھجوریں یا ایک دو لقمے حاصل کرنے کے لیے در بدر نہیں پھرتا اور نہ ہی چمٹ کر سوال کرتا ہے جب کہ آج کل کے فقراء، گداگر اور مساکین بعینہ یہی طریق اپنائے ہوئے ہیں۔ گداگری وہ فعل قبیح ہے جسے خالق کائنات ارحم الراحمین اور اس کے محبوب کریم ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں چند مشہور اردو تفاسیر کی تشریح بیان کی جا رہی ہے:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِحْفَافًا"²⁰

"نہیں سوال کرتے لوگوں سے زاری کر کے"

مفتی احمد یار نعیمی مذکورہ آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ جملہ (تعفف) کا بیان ہے الحاف "لُحْف" سے بنا ہے بمعنی ڈھانک لینا اس لیے رضائی کو لُحْف کہتے ہیں کہ وہ اور ڈھانے والے کے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اصطلاح میں گڑگڑا کر مانگنے یا سوال کرنے میں اصرار کرنے کو "الحاف" کہتے ہیں کہ اس سے سامنے والے کا دل غیرت سے گویا ڈھک جاتا ہے۔ یہاں تو (الحاف) بمعنی اسم فاعل کے (الایستلون) کی ضمیر کا حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اصرار سے نہیں مانگتے خیال رہے کہ یہ قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں کیونکہ وہ (اصحاب صفہ) بالکل نہ مانگتے تھے جیسا کہ (تعفف) میں بیان میں ہوا ہے۔ یعنی وہ کسی سے مانگتے ہی نہیں کہ انہیں گڑگڑانا پڑے کیوں کہ سوال کا انجام زاری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ نفی کا مفعول مطلق ہے کہ وہ (تعفف) اور ترک سوال میں نہایت ہی مضبوط ہیں یعنی (بتر کون السؤال الحافا)"²¹

آگے چل کر تفسیر نعیمی کے مصنف نے "فائدے" کے عنوان کے تحت (گیارہ) فوائد تحریر کئے ہیں جس میں سے چوتھا اور پانچواں فائدہ (جو موضوع سے متعلق ہے) درج کیا جا رہا ہے فرماتے ہیں:

"فائدہ) بمقابلہ پیشہ ور بھکاریوں کے جھپٹے فقیروں کو صدقہ دینا زیادہ اچھا ہے جیسا کہ تعفف سے معلوم ہوا ہے (فائدہ) مخلوق سے اپنی تنگ دستی اور فقر وفاقہ چھپانا بہت اچھا عمل ہے۔ دیکھو! رب نے اصحاب صفہ کے اسی عمل کی تعریف فرمائی"²²

اس تمام تفصیل سے جو مطالب و مفاہیم نکلتے ہیں ان میں دو باتیں بے حد اہم ہیں۔ وہ یہ کہ پیشہ ور گداگروں سے مکمل اعراض (پیچھا چھڑانا) اور مشکل و صبر آزماساعتوں میں صبر و شکر، توکل اور قناعت کا دامن ہمیشہ مضبوطی سے پکڑے رکھے۔

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِحْفَافًا" کی تفسیر میں مولانا امیر علی بیان کرتے ہیں:

"نہیں سوال کرتے لوگوں سے کچھ تاکہ "الحاف" کریں الحاف کرنے کے لیے ان کی طرف سے بالکل سوال نہیں واقع ہوتا اور الحاف بمعنی الحاح ہے۔ یعنی وہ کسی سے سوال نہیں کرتے تو الحاح بھی نہیں کرتے"²³

درج بالا تفسیر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ "الحاف" یعنی لوگوں سے گزر کر، زاری کر کے اور لپٹ کر مانگنے کو جمہور مفسرین نے جائز قرار نہیں دیا بلکہ اس کی مذمت بیان کی ہے انہی مفسرین نے اس طرح کے سوال کرنے کو منع کیا ہے۔ تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے الحاف سے مراد ہے سائل کا مسئول سے چٹ جانا اور بغیر لیے نہ چھوڑنا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے اسی وجہ سے ناواقف ان کو غنی جانتے ہیں مگر ان کی خصوصی نشانیاں ان کی محتاجی کو بتاتی ہیں اور اگر کبھی مانگتے ہیں بھی تو لپٹ کر نہیں مانگتے۔ بعض علماء نے کہا آیت میں مطلق سوال کی نفی مراد ہے یعنی وہ کسی سے مانگتے ہیں نہیں کہ اصرار کرنا پڑے۔ الحاف مفعول مطلق بیان نوع کے لیے ہے گویا الحاف (اصرار) ایک طرح کا سوال ہی ہے۔ یا مصدر بمعنی اس فاعل ہو کر (لا يسئلون) کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ پیتے ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے۔²⁴

تفسیر ہذا میں مفسرین نے ان سائلین کا تذکرہ کیا ہے جو مسئول سے لپٹ اور چٹ کر یعنی از حد اصرار اپناتے ہیں جس سے عوام کو از حد پریشانی ہوتی ہے، دراصل اصرار و تکرار سے سوال کرنے کی نفی بیان کی گئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی "تدبر القرآن" میں "لَا يَأْتُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" کے ضمن میں بیان کرتے ہیں:

"وہ لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتے) میں اصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے۔ الحافاً کی قید اس کے ساتھ صرف سوال کرنے والوں کی عام حالت کی تصویر اور اس کے گھناؤنے پن کا اظہار کے لیے لگائی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا ہے کہ "لا تفتلوا اولادکم خشية اطلاق" (اپنی اولاد کو فقر کے اندیشے سے قتل نہ کرو) اس میں ممانعت در حقیقت قتل کی ہے (خشية اطلاق) کی قید محض اس کے گھناؤنے پن کو واضح تر کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے "لا تاكلوا الربا ضاعفا مضاعفة" کی قید محض اس کی کراہت کو نمایاں کرنے کے لیے ہے۔ اسی طرح "لَا يَأْتُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" میں مقصود ان کے سوال کی نفی ہے۔ الحافاً کی قید محض سوال کرنے والوں کی عام حالت کے اظہار کے لیے ہے۔ بھلا جو لوگ اتنے خود دار ہیں کہ جو ان کے حال سے بے خبر ہو وہ ان کو غنی سمجھتا ہے وہ گداگروں اور بھیک مانگنے والوں کی طرح حرکت کس طرح کر سکتے ہیں؟ چنانچہ ان کی اسی خود داری اور پردہ داری کی وجہ سے قرآن نے اہل انفاق کو ان کا سراغ دینے کے لیے ان کی پہچان بتائی ہے کہ ان کو چہرے بشرے سے پہچان کر ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور اس کے پاس خود پہنچو، یہ توقع نہ رکھو کہ عام گداگروں کی طرح یہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے بھاگیں گے۔"²⁵

موصوف مفسر نے قرآن مجید کی دیگر آیات کی مثال دے کر پیشہ ور گداگروں کی مذمت بیان کی ہے اور اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مستحقین کو تلاش کرنا اہل انفاق کی ذمہ داری ہے تاکہ حق دار کو صحیح معنوں میں حق مل سکے۔ قرآن مجید کی آیت "اِنَّا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" میں براہ راست گداگری کے فعل مذموم کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفسیر و تشریح میں نبی کریم ﷺ کی بیسیوں احادیث مبارکہ بھی مذکور ہیں۔ اب ہم ان آیات مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں جو براہ راست تو بھیک کی مذمت میں نہیں ہے لیکن ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور الحاف، الحاح یا سوال سے گریز بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ"²⁶

"اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو"

مندرجہ بالا تفصیل سے مذکورہ موقف کی تائید و توضیح ہوتی ہے کہ گداگری کی کما کی یقیناً حلال ذرائع سے رزق کا حصول

نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم ﷺ نے رزق حلال پر ہی زور دیا ہے اور ناجائز و ناروا طریق شیطاں کا طریق، بیروی اور راستہ بتلایا ہے۔ سوء اور فحشاء سے گریز ہی رزق طیب کی طلب ہے اور گداگری اس کے برعکس۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا" کے ضمن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

"اے انسانو! کھاؤ اس سے جو زمین میں حلال (اور) پاکیزہ (چیزیں) ہیں۔" آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کھانے اور استعمال کی چیزوں میں صفائی کا اہتمام کیا جانے لگا ہے لیکن حلال و حرام کی تمیز اب بھی نہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دونوں باتوں کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔ یعنی ظاہری طور پر بھی غلیظ اور گندی نہ ہوں تاکہ جسمانی صحت پر برا اثر نہ پڑے اور باطنی طور پر بھی نجس اور پلید نہ ہوں تاکہ ضمیر انسانی دم نہ توڑ دے۔ ظاہری صفائی کو قرآن نے "طیب" کے لفظ سے اور حقیقی پاکیزگی کو "حلال" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حلال اس چیز کو کہتے ہیں کہ نہ تو ذاتی طور پر حرام ہو جیسے جانور، مردار، شراب وغیرہ اور نہ ایسے طریقوں سے حاصل کی گئی ہو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے مثلاً چوری، جوا، خواہ وہ کلبوں میں ہو، رشوت، سود وغیرہ، اسلامی نظام معاشیات کا ایک بنیادی اصول ہے۔ کسب معاش کے لیے کھلی چھٹی نہیں بلکہ وہ تمام راستے بند کر دیے ہیں جن میں کسی کی کمزوری، مجبوری اور ناداری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے" ²⁷

درج بالا تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حلال ذرائع اور حرام ذرائع کا فرق بیان فرمادیا ہے کہ حرام ذرائع کو اختیار کرنے سے خدا اور رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اصل تو باطنی صفائی (رزق حرام سے گریز) ہے کہ گداگری بھی یقیناً ذریعہ حلال نہیں ہو سکتا اور اسلامی معاشیات کے بین اصولوں کی صریحاً خلاف ورزی کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی مذکورہ موقف کی تائید کرتی ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ²⁸

"اور ناحق ایک دوسرے کا مال آپس میں نہ کھاؤ"

یہ نص قطعی ہے کہ ایک دوسرے کی مالک کے ناحق اور ناروا طریقے سے آپس میں نہ کھاؤ کہ یہ طریق باطل ہے۔ بھیک مانگنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ گداگر ناروا اور غلط طریقہ اختیار کر کے دوسروں کا مال حاصل کرتا ہے جو نہ صرف معیوب ہے بلکہ معاشرتی بے راہ روی اور بگاڑ اک کا موجب بھی ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ آج کل کے گداگر کیا یہی طریق نہیں اپناتے؟ نت نئے گداگری کے طریقے اپنا کر، جعلی زخمی پن دکھا کر، خود ساختہ معذور بن کر لوگوں سے رقم بٹرتے ہیں اور زاری بگڑ بگڑا کر منت اور ساجت کرتے ہوئے لپٹ چمٹ کر خیرات مانگتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اخلاقیات اور انسانیت سے بھی گرا ہوا عمل ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں دست درازی کی مذمت و ممانعت:

رب سے مانگنے والے کبھی مایوس نہیں ہوتے اور جو لوگ ہر ایک سے ہر وقت ہر چیز مانگتے ہیں انہیں ان سے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا، لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کو ہی بھیک کہا جاتا ہے اور یہ انسان کی غیرت و حمیت کے خلاف ہے۔ اس سے خودداری ختم اور شرم و حیاء جاتی رہتی ہے۔ انسان کا بل و کام چور اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ وہ جب بھی مانگتا ہے خوشامد کرتے ہوئے مانگتا ہے۔ بھکاری کو سب کچھ سہنا پڑتا ہے کیوں کہ اس کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے تو نیچا بن کر رہنا بھی پڑتا ہے، دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور اسے معاشرے میں اونچا مانا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا ہے" ²⁹

مانگنے والے اکثر بھیک کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ان کا گھر بھرا ہوتا ہے اور انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ رب العزت کا دیا ہوا سب کچھ ہوتا ہے مگر عادت پڑ گئی ہے تو مانگیں گے ضرور۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر، عزت نفس سچ کر، ڈانٹ پھٹکار سن کر بس مانگے جائیں گے، ہاتھ پھیلاتے جائیں گے، آہ و زاری کرتے جائیں گے۔ جسم توانا ہوگا، ہاتھ پاؤں سلامت ہوں گے مگر بھیک مانگنا نہ چھوڑیں گے۔ حیلے بہانے، روپ بدل کر، خود کو بیمار و اپاہج ظاہر کر کے اور مختلف تدبیروں سے بھیک مانگنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ خود اور بیوی حتیٰ کہ معصوم بچوں کو بھی بے حمیت بنا دیں گے۔ بعض بھیک مانگنے والے یہ کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ ہم کیوں نہ مانگیں یہی ہمارا پیشہ ہے، یہی ہماری روزی ہے، ہم فلاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مانگنا ہمارا حق ہے۔ جب کہ شرعاً بھیک مانگنے کا تعلق کسی ذات برادری اور خاندان و قبیلے سے ہر گز نہیں اس کا تعلق ضرورت و حاجت سے ہے بغیر ضرورت و حاجت جو مانگے گا وہ جہنم کی آگ اکٹھی کرے گا اور اپنی جھولی و کسکول میں انگارے بھرے گا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

”جو شخص مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کا مال مانگتا ہے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے، چاہے تم مانگے یا زیادہ“³⁰

حجۃ الوداع کے موقع پر دو افراد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت صدقات تقسیم فرما رہے تھے۔ ان دونوں افراد نے بھی مانگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نظر دونوں پر ڈالی دیکھا کہو تن درست، توانا اور کمانے کے لائق ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

”اگر میں چاہوں تو اس میں سے تم دونوں کو بھی دے سکتا ہوں، لیکن سن لو! کہ اس میں کسی مال دار اور کمانے کے لائق

تندرست و توانا کوئی حصہ نہیں“³¹

مانگنا ایسے شخص ہی کے لیے جائز ہے جو کنگال و فقیر ہو یا سخت پریشان حال مقروض ہو، جو لوگ ان حالات کے بغیر مانگتے ہیں ان کے منہ پر روز قیامت گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی، سارا چہرہ زخموں سے بھرا ہوگا۔³² سہیل بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے جو اس کو غنی کر دے تو وہ اس سوال کے ذریعے آگ کی کثرت

طلب کر رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ غنا کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

اس قدر جو اس کے لیے صبح و شام کی غذا کا کام دے سکے“³³

ایک اور روایت میں ہے کہ:

”ایک دن یا ایک رات اور ایک دن پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو“³⁴

زبیر بن عوامؓ سے مروی ہے کہ نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا:

”تم میں سے کوئی رسی لے کر لکڑیوں کا گتھرا بنی بٹشت پر اٹھا کر لائے اور اس کو فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس

کی آبرو بچالے، یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دیں یا نہ دیں“³⁵

لاچ کے ساتھ مال کو لینا بے برکتی پیدا کرتا ہے، گویا کھاتا جا رہا ہے اور پیٹ بھرنے کا نام نہیں لیتا۔ اس طرح مانگنے کا حریص، ہاتھ پھیلانے کا عادی خواہ کتنا ہی جمع کر لے اس کی حرص نہیں جاتی، ہر وقت مزید مزید کا طلب گار رہتا ہے۔ بے حمیتی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ پیچھے پڑ کر لیتا ہے، جھڑکیاں سسہ کر لیتا ہے، ڈانٹ پڑتی ہے مگر باز نہیں آتا، رسوائی ہوتی ہے، ذلیل و خوار کیا جاتا

ہے مگر بھیک مانگنا بند نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

"کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کبھی کوئی سوال نہیں کرے گا، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: 'میں ضمانت دیتا ہوں' اس کے بعد حضرت ثوبانؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے" ³⁶

اسلام میں بھیک مانگنا منع ہے۔ اسلام ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا، وہ محنت مزدوری کر کے کمانے کھانے پر زور دیتا ہے، دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی اجازت بہ درجہ مجبوری ہے۔ اسلام میں پیشہ ورانہ بھیک مانگنے اور اسے اپنا خاندانی حق سمجھنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:

"سوال کرنا تین اشخاص کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، ایسا محتاج جس کی بے چارگی نے اسے زمین پر ڈال دیا ہے، ایسا شخص جس کے ذمے ہماری قرض ہے جس کے اتارنے کی اس میں استطاعت نہیں، یا کسی خون والے کے لیے (خون بہاوا کرنے کے لیے) جس کی ادائیگی اس کے لیے سخت مشقت اور تکلیف کا سبب ہو" ³⁷

جس دین نے بھیک مانگنے سے سب سے زیادہ منع کیا ہو، محنت سے کمانے کھانے اور کوشش و جدوجہد سے روزی حاصل کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہو، اسی دین کے نام لیواؤں میں بھکاریوں کا تناسب سب سے زیادہ ہو، ہر چوراہے، گلی کوچے، مسجد کے سامنے بھیک مانگنے والوں کی بھیڑ دکھائی دے تو یہ کس قدر افسوس ناک ہے۔ ہم سب کو ہر حال میں اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں صرف اپنے در کا سوالی بنائے رکھے، اس لیے کہ درد کے سوالی کبھی خوش حال نہیں ہوتے۔

سوال کا جواز اور ممکنہ صورتیں

حدیث میں تین قسم کے ضرورت مندوں کے لیے سوال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ قبیسہ بن مخارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کا ضامن ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہاں ٹھہرو تا آنکہ ہمارے پاس صدقہ آئے۔ پھر ہم تیرے لیے کچھ کریں گے۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا: قبیسہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کو سوال کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جو ضامن ہو اور ضمانت اس پر پڑ جائے جس کا وہ اہل نہ ہو۔ وہ اپنی ضمانت کی حد تک مانگ سکتا ہے۔ پھر رکت جائے۔ دوسرا وہ جسے ایسی آفت پہنچے کہ اس کا سارا مال تباہ کر دے وہ اس حد تک مانگ سکتا ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ کی نوبت آگئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین معتبر شخص اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے اسے سوال کرنا جائز ہے تا آنکہ اس کی محتاجی دور ہو جائے۔ پھر فرمایا: اے قبیسہ ان تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی اور کو سوال کرنا حرام ہے اور ان کے سوا جو شخص سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھا رہا ہے" ³⁸

درج بالا فرمان نبوی ﷺ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بھیک مانگنا اور بلا سبب کسی کے آگے سوال دراز کرنا درست عمل نہیں ہے، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

انعطاف دست درازی کی معاشرتی وجوہات

دست درازی کے پھیلنے کی معاشرتی وجوہ کئی ہو سکتی ہیں لیکن انہیں درج ذیل چند بنیادی عنوان کی روشنی میں بیان کیا

جاسکتا ہے:

2. غربت
3. حکومت کی ناقص پالیسیاں
4. ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی
5. بے روزگاری
6. مہنگائی

غربت:

غربت دنیا کا سب سے سنگین مسئلہ ہے، ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے ترقی یافتہ ممالک دنیا کے وسائل کا 80 فیصد خرچ کر رہے ہیں جب کہ باقی 20 فیصد وسائل تیسری دنیا کے ممالک استعمال میں لا رہے ہیں۔ ان پس ماندہ ممالک میں آبادی بھی زیادہ ہے جس کی بنا پر وہ غربت اور افلاس کے منحوس چکر سے باہر نہیں نکل پاتے۔ یہ ممالک صاف پانی، حفظان صحت اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اگر 2500 حراروں کی ضرورت ہے تو بعض غریب ممالک میں استعمال کہ یہ سطح اتنی کم ہے کہ 1500 حرارے ریکارڈ کئے گئے ہیں (بلکہ اس سے بھی کم) پاکستان کی مثال لیجیے! پاکستان میں ہر سال 1000 میں سے 95 بچے (تقریباً 10 فیصد) اپنی عمر کے پہلے سال میں ہی موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں ہر سال 35 لاکھ بچے سکول جانے کی عمر کو پہنچتے ہیں ان میں سے صرف 54 فیصد لڑکوں اور 30 فیصد لڑکیوں کی پہلی جماعت میں داخلہ ملتا ہے صرف 40 فیصد بچے پانچویں جماعت تک پہنچتے ہیں۔³⁹

1990ء میں تیسری دنیا کی آبادی کا 29.7 فیصد حصہ غربت کی سطح پر زندگی بسر کر رہا تھا تیسری دنیا کی 65 فیصد آبادی ایشیا میں واقع ہے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار کے مطابق انڈیا، ایتھوپیا، پاکستان اور سوڈان میں غربت اور افلاس کی جھلک ڈنمارک، سوئٹزر لینڈ اور سویڈن جیسے ممالک کے مقابلہ میں خوب دیکھی جاسکتی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق سالانہ فی کس آمدنی (امریکن ڈالروں میں) انڈیا 350، ایتھوپیا 120، پاکستان 370، اور سوڈان 340، فی کس ہے۔ مقابلہ ڈنمارک 20.150، سوئٹزر لینڈ 30،270، اور سویڈن 25,863 فی کس سالانہ ہے۔⁴⁰

درج بالا رپورٹس کے ڈیٹا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ تقریباً 8 تا 10 گنا فی کس آمدنی کا فرق ہے کہ غریب کو دو وقت کا کھانا میسر نہیں۔

وراثت میں ملا ہوا پیشہ

عموماً یہ ہوتا ہے کہ ترکھان، کہار، نائی، درزی اور اسی انواع کے افراد اپنی اولاد کو موروثی پیشے کی طرف لگانے ہی کو فوجیت دیتے ہیں یعنی دست درازی سے منسلک افراد بھی اپنی اولاد کو دست دراز بنانے کی سعی کرتے ہیں، یوں مانگنے کا عمل نسل در نسل چلتا رہتا ہے اور دست دراز کی اولاد ہاتھ پھیلائے میں قطعاً عار محسوس نہیں کرتی بلکہ بعض دست دراز تو اپنے اس موروثی پیشہ پر فخر کرتے ہیں۔

حکومتی ناقص پالیسیاں

پسماندہ اور غریب ممالک کی حکومتوں کی ناقص اقتصادی پالیسیاں، خسارے کا بجٹ، منصوبہ بندی کا فقدان، آمدنی و اخراجات میں عدم توازن، غیر ترقیاتی اخراجات، اجتماعی بد نظمی و انتشار، اسراف کا چلن، مادی خواہشات کی بھرمار، عیش و عشرت

عظمت و تشدد کا رواج، حرص و ہوس، ذاتی اغراض و مفادات کا تقدم، غربت، ناخواندگی، بڑھتی ہوئی آبادی، بے روزگاری، بیرونی قرضہ جات کا مسئلہ، لاقانونیت، کرپشن، سیاسی عدم استحکام، منشیات، امتیازات و تعصبات، طبقاتی استحصال، ارتکاز و احتکار، فحاشی و بے حیائی، ناانصافی کا دور دورہ اور اقربا پروری جیسی برائیوں کی وجہ سے معاشرہ غربت و افلاس، بے روزگاری و بد حالی جیسے بھیانک مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ انہی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ملک کی تقریباً 50 فیصد آبادی غربت کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور Hand to Mouth ہے اور آبادی کا کم از کم ایک تہائی حصہ "Below the Poverty Line" زندگی کے شب و روز بسر کرنے پر مجبور ہے۔

"غربت میں نمایاں اضافہ کی وجہ سے اب پاکستان کا "انسانی ترقی" کے انڈیکس میں 144 واں نمبر ہے (UNDP کی رپورٹ)"⁴¹

درج بالا اقوام متحدہ کے ادارہ کی رپورٹ حکومت کے لیے یقیناً لمحہ فکریہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں وطن عزیز کی کیا پوزیشن ہے اور یہ صورت حال ناقص پالیسی اور منصوبہ بندی کے فقدان کے سبب ہے۔ انہی پس ماندہ ممالک کی حکومتوں کی عیاشیوں، اسراف، فحاشی اور بے حیائی کی طرف میلان، سادگی سے اعراض اور بیرونی قرضہ جات کی ادائیگی کے سیلاب میں عوام الناس کی کثیر تعداد غرق ہے۔ پاکستان جیسے پس ماندہ ملک کی ناقص پلاننگ کی وجہ سے ہر پیدا ہونے والا بچہ بھی سینکڑوں امریکی ڈالر کا مقروض ہوتا ہے اور زندگی بھر مقروض رہتا ہے۔

ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی

عوام الناس کی ضروریات خصوصاً بنیادی ضروریات و سہولتوں کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ بنیادی سہولیات و ضروریات خواہ وہ سماجی ہوں یا معاشی ہر فرد کا حق ہے اور حکومت کی ذمہ داری۔ اس بات کو قاضی مطیع الرحمن ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اسلام کا معاشی نظام انصاف و توازن، معاشرتی مساوات اور غربت کی دست گیری کے لئے منفرد معاشی نظام ہے۔ دکھ درد کی ماری ہوئی انسانیت کی فلاح ہر دور میں اسلام کے معاشی نظام میں ہی مضمر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جس نوعیت کا معاشی نظام اسلامی معاشرے میں رائج کیا تھا اس میں ہر شخص کی کفالت کا اہتمام تھا"⁴²

حکومت اور صاحب حیثیت افراد کی نظم معیشت اور کفالت عامہ کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کے نتیجے میں غربت، افلاس، بے روزگاری اور دیگر معاشرتی برائیوں کے سبب دست درازی اور دوسری برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جن امور میں حکومت ذمہ دار تھی اب ان سے اعراض و اجتناب کی بناء پر معاشرتی برائیاں معاشرے میں فروغ پا رہی ہیں اور روز افزوں اضافہ کا باعث ہیں۔

بے روزگاری اور عدم ملازمت یا پیشہ

روزگار کی عدم دستیابی دست درازی کے فروغ کا ایک بڑا سبب ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی، وسائل کی کمی، مہنگائی اور افلاس نے روزگار کے مواقع محدود کر دیئے ہیں۔ سینکڑوں ڈگری ہولڈر ہمارے زمانہ میں بے روزگار پھر رہے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ پاکستان جیسے پس ماندہ ملک کی حکومت کے محدود وسائل، قرضوں کے انبار تلے ڈوبی معیشت، دفاعی اخراجات کی بھرمار، خسارے کا بجٹ، اور اسی نوع کے معاشی اور معاشرتی مسائل نے بے روزگاری میں بے حد اضافہ کر دیا ہے۔

دوسری جانب پبلک سیکٹر میں بھی آسامیوں کی کمی، Selection کا اچھوتا معیار، تجربہ کا فقدان، وہ مسائل ہیں جس نے بے روزگاری میں بے حد اضافہ کر دیا ہے، غرض یہ کہ حکومتی اور پبلک سطح پر روزگار کی دستیابی کے لیے خاطر خواہ Arrangements نہیں کیے جاسکے جس کی بنا پر ملک میں بے روزگاری کی شرح کافی زیادہ ہے۔

مکرتوز مہنگائی

دست درازی کے فروغ اور پھیلاؤ کے معاشرتی اسباب میں مہنگائی بھی ایک سبب ہے دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی مہنگائی نے پاکستان جیسے غریب اور پس ماندہ ملک کو بھی بے حد متاثر کیا ہے۔ عام آدمی اس کے بوجھ تلے پسا جا رہا ہے ہمارے ملک میں خصوصاً غریب طبقہ کی فی کس آمدنی پہلے ہی بہت کم ہے اس پر مزید یہ کہ ہمارے معاشرے میں عموماً فرد واحد ہی ایک بڑے کنبے کا واحد کفیل ہوتا ہے۔ مہنگائی کے عفریت سے ہمارے زمانے میں عام افراد (طبقہ غرباء) کے نان و نمک تک کا محتاج بنا رکھا ہے گزشتہ چند سالوں میں اشیاء خورد و نوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں رہی ہیں اور ان اشیاء کی قیمتوں پر ارباب اقتدار کا نہ تو کوئی چیکٹ کرنے کا نظام ہے اور نہ ہی کوئی کنٹرول ہے۔

خاتمۃ البعث:

شرعی نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی اور معیشت و معاشرت میں چولی دامن کا ساتھ ہے کسی ایک عنصر کی خرابی دیگر عناصر پر متبج ہوتی ہے۔ اسلام نے انسانوں کو جہاں جہان، مال اور آبرو کی حفاظت کا حکم دیا ہے وہیں کاروبار کو چلانے کی خاطر جائز ذریعہ معاش کے حصول پر اس کا حق تسلیم کیا ہے۔ معاشی آزادی کے بغیر معاشرتی و سیاسی آزادی ناممکن ہے اور معاشی انصاف کے بغیر سکون و سلامتی کا امکان مفقود ہے۔ انسانوں کے مابین معیشت و معاشرت اور دیگر حسی و معنوی نعمتوں میں تفاوت، درجہ بندی اور فرق و مراتب کا ہونا ایک فطری اور طبعی امر اور خالق کائنات کے تکوینی نظام ہائے زندگی کا ایک لازمہ ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانی کے جملہ ادوار میں ایسا کوئی معاشرہ نظر نہیں آتا جس میں امیر اور غریب یہ دونوں طبقے موجود نہ ہوں مگر جہاں تک انسانی معاشی حاجات کا تعلق ہے تو یہ انسان کا طبعی تقاضا ہے جس میں بلا تخصیص تمام انسان برابر ہیں کوئی بھی انسان عام حالات میں خوراک، لباس، اور رہائشی سہولیات کے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

- 1 حسن عمید، فرہنگ عمید، (ایران: انتشارات امیر کبیر، 2004ء)، 2: 167
- 2 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1997)، 5: 60
- 3 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1997)، 5: 60
- 4 قاسمی، وحید الزمان، القاموس المجدید، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1990)، 861
- 5 حاجی پر دل خٹک، پشتونار دو لغت، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، 1973ء)، 2: 174

- 6 سید احمد، مولوی، دہلوی، فرہنگ آصفیہ، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، 1977ء)، 101:3؛ سید محمود قاسم، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، (لاہور: شاہکار بک فاؤنڈیشن 1984ء)، 129؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب لاہور، 1985ء) 445:15
- 7 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب لاہور، 1985ء)، 15:445
- 8 القرآن، فاطر، 15:
- 9 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 15:442
- 10 ایضاً، 442
- 11 ایضاً، 443
- 12 القرآن، البقرہ: 273
- 13 ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تویل آی القرآن (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1420ھ)، 5:598
- 14 علامہ الشیخ اسماعیل البروسی، تفسیر روح البیان، (بیروت: دار الفکر، سن)، 1:435
- 15 محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستغفار عن المسئلۃ، (بیروت: دار ابن کثیر)، رقم الحدیث: 1471
- 16 ایضاً
- 17 شہاب الدین السید محمود البغدادی آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم السبع المثانی، (بیروت: احیاء التراث العربی، لبنان)، 3:48
- 18 ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر القرشی، تفسیر القرآن العظیم، (لاہور: سہیل اکیڈمی، 1972ء)، 324:
- 19 مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب المسکین الذی للبدن غنی، ولا یفطن له فیصدق علیہ، (بیروت: احیاء التراث العربی)، رقم الحدیث 1039
- 20 القرآن، البقرہ: 273
- 21 احمد یار خان گجراتی نعیمی، تفسیر نعیمی، (پاکستان: مکتبہ اسلامیہ گجرات، 2004ء)، 3:106
- 22 ایضاً، 3/161
- 23 امیر علی، علامہ سید امیر علی ملیح آبادی، (لاہور: موابب الرحمن، مکتبہ رشیدیہ، سن) 2:59
- 24 قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی، تفسیر مظہری، (مترجم: مولانا سید الدائم جلالی)، (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، 2006ء) 2:78
- 25 مولانا امین احسن اصلاحی، تدریس القرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1996)، 1:624
- 26 القرآن، البقرہ: 168
- 27 پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2005)، 1:114
- 28 القرآن، البقرہ: 188
- 29 محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لاصدقۃ الا عن ظہر غنی، رقم الحدیث: 1429
- 30 مسلم بن حجاج، القشیری، ابو الحسین، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراهۃ المسانۃ للناس، رقم الحدیث: 1041
- 31 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، (ریاض الافکار، سعودیہ، ۱۹۹۸ء)، رقم الحدیث: 1645
- 32 مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراهۃ المسانۃ للناس، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1040

- 33 نسائی، احمد بن شعیب الخراسانی، ابو عبد الرحمن، (م 303ھ)، السنن، کتاب الزکوٰۃ، باب الغنی، مؤسسۃ الرسالہ، رقم الحدیث: 2592
- 34 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، رقم الحدیث: 1648
- 35 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف عن المسئد، رقم الحدیث: 2006
- 36 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب: کراہیۃ المسالۃ، رقم الحدیث: 1643
- 37 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب: کراہیۃ المسالۃ، رقم الحدیث: 1626
- 38 مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، ابوالحسین، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب من لبس لبس المسئد، رقم الحدیث: 2404
- 39 ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاضر کے مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالات سیرت، (اسلام آباد: شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، 1995ء)، 55
- 40 ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاضر کے مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، 55-56
- 41 روز نامہ نوائے وقت، (راولپنڈی، اسلام آباد، 9 جولائی 2003ء)
- 42 قاضی، محمد مطیع الرحمن، اسلامی نظام معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت، (شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد (مقالہ) مقالات سیرت 2000ء)، 385